ابو العلاء محمد اسمٰعیل
... حیدر آباد

تفسیر القاء الرحمٰن

ترجمہ

تفسیر الہام الرحمٰن

بیسویں قسط

اشہر حرام میں مفاسد قتال و جنگ ہمارے نزدیک مسلم ہیں لیکن بعض اوقات کوئی مصلحت ان مفاسد پر راجح ہوتی ہے اور خدا کا فرمان ہے:

وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ — اور ان کے اہل کو مسجد حرام سے نکال دینا اللہ کے نزدیک

وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ط — بہت بڑا گناہ ہے اور فتنہ تو قتل سے بڑا گناہ ہے۔

تو ہم قتال و جنگ کی ممانعت اشہر حرم اس وقت تک کہتے ہیں کہ عدم قتال تغلب کفار تک مودی نہ ہو اس صورت میں ہم بھی امتناع قتال کے قائل ہیں۔

اور خدا کا فرمان ہے

وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى — اور یہ لوگ تم سے ہمیشہ قتال کرتے ہی رہیں گے تاآنکہ

يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ اسْتَطَاعُوْا ط — تم کو اپنے دین سے پھرا دیں اگر وہ اس کی طاقت پائیں۔

اور ہم اس کو پسند نہیں کرتے کہ ہم دین سے پھر جائیں، کیونکہ

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ الخ — اور جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر گیا اور مر گیا الخ

قولہٗ تعالیٰ — خدا کا فرمان!

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا — اور جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے ہجرت کی اور

وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۲۱۸

اللہ کی راہ میں جہاد کیا یہی لوگ رحمت خدا کی امید رکھ سکتے ہیں اور اللہ بہت بڑا غفار اور مہربانی کرنے والا ہے

اور ایمان متوسط اجتماعیہ کے ارتقاء میں ہجرۃ اور جہاد الگ ہو جاتے ہیں کیونکہ ہجرت و جہاد ارکان ایمان ہے اور جہاد بہت سے مال کا طالب ہے اور مال اقتضاد صالح کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا تو شریعت اس مال کو جو لازمۂ جہاد ہے تو کیا اس کا حصول غیر شرعی طریقہ پر جائز ہے؟ اور تقویۃ الابدان شراب پینے سے ہوتی ہے تو کیا اس کا پینا جائز ہے؟ اس کا جواب اس آیت میں ہے۔

یَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَیْسِرِ ؕ قُلْ فِیْهِمَآ اِثْمٌ كَبِیْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ۙ وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا ؕ

اے پیغمبر! لوگ تم سے شراب اور جوے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو ان لوگوں سے کہہ دو ان دونوں میں گناہ اور نقصان ہے کچھ فائدہ بھی نہیں لیکن ان کا گناہ نقصان بڑھ کر ہے۔

جبکہ مال لازمۂ جہاد ہے اور اس کا حاصل کرنا بجز ایک معین صورت کے ممکن نہیں ہے تو اجتماعیہ کا ہر فرد خرچ کرے؟ اس کا جواب آنے والی آیت میں ہے۔

وَیَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ؕ قُلِ الْعَفْوَ ؕ

اور اے پیغمبر! یہ لوگ دریافت کرتے ہیں کہ خدا کی راہ میں کتنا خرچ کریں تو ان سے کہہ دو کہ جتنا تمہاری حاجت سے زیادہ ہو۔

یعنی ہر وہ چیز جو اپنی ضرورت و حاجت سے زائد اور فاضل ہو اس کا خرچ کرنا واجب ہے۔

قولہ تعالیٰ

خدا کا فرمان!

كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۲۱۹ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ

اسی طرح اللہ اپنے احکام تم کو کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم دنیا اور آخرت کے معاملات میں غور کرو

اللہ تعالیٰ نے یہاں خرچ کرنے کی مقدار بیان نہیں کی۔ خرچ کا معاملہ خرچ کرنے والوں کے دل پر چھوڑا اور اس سادے معاملے کو انفس کے سپرد کر دیا تاکہ امور جہاد میں بلا سوچے سمجھے بغیر فہم و تدبر کے خرچ نہ کریں میں نے بہت غور کیا تو سمجھا کہ مشتغلین جہاد ہمیشہ مجتہد فی الفقہ ہوا کرتے ہیں اگرچہ ان کا اجتہاد کسی درجہ کا بھی ہو لیکن قاعدہ اور پیسنڈی تو جہاد کے قریب پھٹکتے بھی نہیں اور ہمیشہ اس سے الگ تھلگ رہتے ہیں

قولہٗ تعالیٰ

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْيَتَامَىٰ ۖ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۖ وَإِن تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۲۲۰

خدا کا فرمان!

اے پیغمبر تم سے یتیموں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں تو تم ان کو سمجھا دو کہ جس میں ان یتیموں کی بہتری ہو اسی میں بہتر ہے۔ اور اگر ان سے مل جل کر رہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔ اور اللہ بگاڑنے اور سنوارنے والے کو پہچانتا ہے اور اگر خدا چاہتا تو تم کو مشکل میں ڈال دیتا بے شک اللہ زبردست اور حکمت والا ہے۔

اور دنیا و آخرت میں تدبر و تفکر کی مثال جس کا حکم کیا گیا ہے اس طرح ہے کہ جہاد و قتال جب ہمیشہ جاری رہے گا تو مجاہدین بہت سے قتل اور شہید ہو جائیں گے اور یتیموں کی کثرت ہو جائے گی اور جن مجاہدین کے پاس مال ہوگا وہ باقی رہے گا۔ اس کا کوئی محافظ و نگران نہ ہوگا اس وقت اولیاء مقتول کا فرض ہوگا کہ وہ یتیموں کی پرورش کریں۔ اور ان کا مال امانت رکھیں۔ پس اگر اولیاء کو حکم دیا جائے کہ وہ بالکل الگ تھلگ رہیں تو یتیموں کو شاق ہوگا اور اس لئے ان یتیموں کا مال اپنے مال کے ساتھ خلط ملط کریں اور غور و تدبر اور اجتہاد کریں کہ ان یتیموں کو مصلحت سے پہنچاتا رہے اور ایسا کرنا ان پر واجب ہے۔ پس اگر وہ اپنا مال یتیموں کے مال سے الگ تھلگ رکھیں اور اس میں ان کی خیر و بھلائی ہے۔ تو الگ تھلگ کر دیں اگر وہ سمجھیں کہ اپنے مال کے ساتھ ملانے میں یتیموں کو فائدہ ہے تو ملا دیں۔ لیکن ہر حال میں شرط یہی ہے کہ یتیموں کی اصلاح پہلے ہونی چاہیے۔ مصالح حربیہ یہاں ختم ہوئے۔

مسئلہ

اجتماعیہ متوسطہ صالحہ اداریہ کا محتاج ہے کہ یہ ادارہ حسب ضرورت و احتیاج قوانین وضع کرکے انتظامات داخلیہ کے لئے قوانین وضع کئے جائیں اور یہ مصلحت اداریہ ایسی چیز ہے کہ اس سے نظام و تقویم اجتماعیہ کی تکوین ہوتی ہے۔

اور آیات ۲۲۱ — ۲۴۲ میں خدا نے احکام نکاح و طلاق، رضاعت و عدت وفات کا ذکر فرمایا ہے اور اس سے ہم احکام کی مصلحتیں بیان کریں گے۔

الولی حیدرآباد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام امور اجتماعیہ ایک ادارہ کے ماتحت جو مہاجرین اور انصار پر مشتمل چلاتے تھے۔ جس طرح کہ ایک والد گھر میں اپنی اولاد کو ایک ادارہ کے ماتحت چلاتے ہیں۔

عورتوں کو جب کبھی اپنے شوہروں سے شکایت ہوتی تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتیں آپ ان کی شکایت سنتے اور شکایت کا ازالہ فرما دیتے۔ آپ عورتوں اور ان کے شوہروں کے درمیان قاضی ہوتے اور اس اختلاف میں جو میاں اور بیوی میں ہوتا فیصلہ فرما دیتے اس سے قوت اللہ مہاجرین والفہ۔ پوری طرح سمجھ میں آجائیں گی۔ اور آپ فرماتے:

خیرکم خیرکم لاھلہ تم میں بہتر آدمی وہ ہے جو اپنی اہل کے ساتھ خیر و بھلائی کرے۔

جیسے کہ ... کہا ہے ہیں۔

العالم شخص اکبر والانسان شخص اصغر عالم شخص اکبر ہے اور انسان شخص اصغر۔

اور وہ یہ کہ جو کچھ عالم میں موجود ہے انسان کے اندر موجود ہے اور اسی طریقہ سے لوگ اپنی حکمت کا علم حاصل کر سکتے ہیں اور یہ فہم قوی انسانیت اور اس کے نظام کے درس سے حاصل ہو سکتا ہے۔

اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ منزل و گھر اسی وقت پورا پورا ہو گا جبکہ میاں بیوی، اولاد اور خادم سب کے سب مرافق حیات میں متفق و یکساں ہوں اور یہ شخص اصغر ہے اور دولت و مملکت شخص اکبر ہے۔ جو شخص ادارہ منزلی پر پوری پوری قدرت رکھتا ہے وہ امور مملکت کو بھی احسن طریقہ پر چلائے گا۔ بلکہ امور مملکت اس کے سپرد کیے جائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امراء، قائدین، قضاۃ اور داعی اور خراج وصول کرنے والوں کو بھیجا کرتے تھے تو اسی طریقہ پر بھیجا کرتے تھے۔ آپ ہر شخص کی قیمت، اس کی استعداد و صلاحیت اور اس کی قوت ادار یہ کو اچھی طرح جانتے تھے اور اکثر ان میں سے صحیح مصیب اور ادنیٰ ہوتی تھی۔

اور شیخین یعنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کوئی مدرسہ قائم نہیں کیا تھا جس سے کوئی علماء پیدا ہوا کریں بلکہ یہ حضرات سنتوں پر چلا کرتے تھے اور سنتوں کو جاری اور نافذ کیا کرتے تھے۔ یہ حضرات الہیٰ اللہ کو

لہ ایک عورت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتی ہے اور کہتی ہے کہ میرے لئے معاویہ اور ابوجہم دونوں نے پیغام کیا ہے۔

اور امارت سپرد کرتے تھے جو اپنی اہلیت میں اپنے قبیلے کے لیے اچھا ہوتا تھا اور اس سے وہ کامیاب ہوا کرتے تھے۔

پس ہمارا استنباط ایسا نہیں ہے جس کی طرف التفات نہ کیا جائے اگر اہل علم اس کو ایک بدیہی امر سمجھتے ہیں اور اس لئے ایسا سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ اداروں کے امور کو قرآن سے مستنبط نہیں کرتے اور امراء اداروں کے ذریعہ حسب استعداد و صلاحیت اس پر عمل کرتے ہیں اور یہ ان کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔

لیکن میں ایک ہندو برہمن سے ایک آفت میں مبتلا ہو گیا کہ وہ ایک جلسہ میں کہہ رہا تھا "قرآن امور منزلیہ سے پُر ہے" (اس سے وہ قرآن کی تنقیص کرنا چاہتا تھا) لیکن "اوپنشد برہمنوں کی کتاب الٰہیات سے مملو ہے" اس سے وہ قرآن پر اوپنشدوں کی افضلیت ثابت کرنا چاہتا تھا مجھے اس سے بڑا دکھ اور رنج ہوا۔ اس سے کچھ دنوں بعد مجھ پر کھلا کہ اجتماع کی [illegible] اجتماعیۃ کی صلاحیت افراد کی صلاحیت سے وابستہ ہے اور امور اجتماعیہ کی تنظیم اس وقت ہوتی ہے کہ ادارہ ایک قوی ترین مدبر کے ماتحت ہو —— قرآن نے مسائل منزلیہ کا بیان کیا ہے لیکن اس کی تکمیل ادارۃ فی الاجتماعیہ کی طرف رجوع ہوتی ہے اب رہے مسائل توحید اور حقائق الالٰہیات تو قرآن حکیم سے بڑھ کر کسی کتاب میں اس کی وضاحت و تشریح نہیں کی بلکہ مسائل توحید جیسے قرآن میں موجود ہیں۔ کسی کتاب میں موجود نہیں ہیں چہ جائیکہ اس سے زیادہ وضاحت سے بیان کئے گئے ہوں۔

قرآن کریم چونکہ حقائق الالٰہیات اور تدابیر اجتماعیہ پر مشتمل ہے اور اس قدر واضح اور روشن ہیں کہ اس کا موازنہ اس کی برابری فلسفہ الالٰہیات کی کوئی کتاب بھی نہیں کر سکتی۔

پھر میں نے اس طریقہ پر غور و تدبر جاری رکھا تو مجھے بہت سے فوائد حاصل ہوئے اگرچہ اہل علم ان کو قبول و استحسان کی نظر سے نہیں دیکھیں گے۔ لیکن یہ ابتدا میں ہوگا لیکن جب یہ لوگ اس کے شائع ہونے کے بعد اس سے مانوس ہو جائیں گے اس وقت اس کی قدر کریں گے۔

معاویۃ صعلوک لا مال لہ و اما ابو جہم — معاویہ بھوکے ہیں ان کے پاس مال نہیں ہے اور ابو جہم ایسے آدمی

لا یضع العصا عن عاتقہ — ہیں کہ عصا ان کے کندھوں سے رکھتے ہیں۔

یعنی اپنی بی بی کو خوب مارا پیٹا کرتے ہیں۔ اور ابو ذر کو آپ نے وصیت فرمائی کہ امارۃ کبھی قبول نہ کریں۔ کیونکہ یہ ضعیف الارادہ آدمی تھے۔ اگر آپ یہ نہ جانتے تو کیسے یہ حکم لگاتے۔

کتبہٗ نور محمد

میری فکر میرے غور و تدبر میں حجۃ اللہ البالغہ کے ابواب ارتفاقات سے بہت مدد پہنچائی ہے اگرچہ میری فکر اور غور و تدبر کا سرچشمہ ایک غیر مسلم کا اعتراض ہوا تھا۔

اس کے بعد دولت عثمانیہ کے سقوط کو دیکھا کہ سیاسیین کی ایک جماعت اس بات کا دعویٰ لے کر کھڑی ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکومت اسلامیہ کے لیے کوئی صحیح نظام نہیں چھوڑا، اور مسلمان اس بارے میں مختار کل ہیں[1]۔ اس وقت میری فکر میرے غور و تدبر نے مجھے بہت ہی فائدہ پہنچایا اور میں نے اس کو دیکھا کہ ان لوگوں نے اسلام کی تاریخ سمجھنے میں بہت بڑی غلطی کی ہے۔ قرآن حکیم نے بعض مظاہر عالم کے اداروں سے بہت سے امور کا ذکر کیا ہے۔ جب ہم ان امور کو ایک نظم میں لے آئیں اور ان کو منظم کر لیں تو یہ ہمارے لیے ایک اعظم وعمل اور اقوی حکومات عالم کی ایک اعلیٰ سے اعلیٰ مثال پیش کریں گے اور امور منزلہ میں قانون سیاست اجتماعیہ کی تاسیس ہو گی اور اس سے اکمل اور بہترین قانون اور زیادہ سے زیادہ یقینی ہوگا —— لیکن ایک بلا اور مصیبت میں مسلمان گرفتار ہیں کہ وہ وحی کو قرآن میں محصور نہیں مانتے[2] اور کتاب و سنت کی اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر فرض نہیں مانتے اور یہ

---

[1] یعنی لوگ اپنی مصلحتوں میں مختار کل ہیں۔

[2] وحی صرف قرآن میں محصور ہے اور اس پر دلیل حضرت عائشہ کا قول ہے۔

لو رأى رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ما احدثتہ النساء۔ (الحدیث)

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس چیز کو دیکھتے جو آج کل عورتوں نے ایجاد کر لیا ہے ضرور منع فرما دیتے۔

اور ساتھ ہی ساتھ اس قول خداوندی کو بھی ملحوظ رکھا جائے

وما کان ربك نسیا

تمہارا پروردگار بھولنے والا نہیں ہے

اور حدیث قصۂ تابیر نخل یعنی کھجور ایک دوسرے پہ یعنی نر کو مادہ پر چڑھانے کو بھی ملحوظ رکھا جائے۔ فرمایا کہ:

انما انا بشر مثلکم

میں تم جیسا ایک بشر ہوں

اور حدیث زید بن کو ملحوظ رکھا جائے کہ ان کے پاس کچھ لوگ آئے اور کہنے لگے حدثنا بحدیث رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کہ کوئی حدیث ہمیں سناؤ تو آپ کا یہ کہنا:

اذا ذکرنا الطعام ذکرہ معنا واذا ذکرنا الدنیا ذکرھا معنا (الحدیث)

جب ہم کھانے کا ذکر کرتے تو آپ ہمارے ساتھ ذکر کرتے اور جب ہم دنیا کا ذکر کرتے تو آپ ہمارے ساتھ اس کا بھی ذکر کرتے۔

نہیں سمجھتے کہ ہر وہ چیز جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل تھا قرآن سے مستنبط اور مستخرج تھا۔ اس طرح ان کے ذہن میں ایک قسم کی ذومعنویت گھس گئی۔ یہ لوگ جب کسی روایت ثابت یا ضعیف دیکھ لیتے تو اسے اپنے امور کی آخری اور پختہ دلیل مان لیتے ہیں۔

امام ولی اللہ نے اس قسم کی فکر کو غلط مانا ہے اور فرماتے ہیں کہ اگر کوئی تتبع کریگا تو ان احادیث کا جو ابواب نماز میں وارد ہیں خواہ کل کو قرآن سے مستنبط پائے گا لیکن ہمارا طریقۂ استنباط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ استنباط سے الگ ہے اور پھر ان استنباطات کو اپنی بعض کتابوں میں بطور مثال پیش کیا ہے کہ اگر طالب علم اس فکر سے تمسک کرلیں اور مضبوطی سے اس کو تھام لیں اور وہ چیز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ وہ واجب ہے اور وہ قرآن سے مستنبط ہے۔ تو اس پر ابواب علم کھل جائیں گے لیکن مسلمانوں نے تو تدبر فی القرآن سے قطعًا منہ موڑ رکھا ہے (الا ماشاء اللہ) اور ان کے پاس اپنی عظمت تاریخیہ میں کچھ باقی نہیں مگر کچھ تھوڑا ہی سا حصہ[1] اور نعمت علمی جو ہمارے ہاتھ میں ہے وہ یہ ہے کہ قرآن تحریف سے محفوظ ہے۔

اور حضرت ابوبکر صدیق[رض] اور حضرت عمر الفاروق[رض] کا کثرت روایت سے منع کرنا اور سفیان ثوری کا قول:

لو کان فی الحدیث خیر لذھب الخیر — اگر حدیث میں خیر ہے تو یہ خیر تو چلی گئی

اس قسم کے آثار کو ملحوظ رکھا جائے

یہاں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو کہتی ہے

الحدیث من الوحی — حدیث بھی وحی ہے — محمد نور مرشد

[1] ان لوگوں میں جو احادیث کو قرآن سے مستنبط کرتے ہیں۔ امام شافعی بھی ہیں، جیسا کہ مقدمہ تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ اور ہمارے علماء میں سے ابوبکر الرازی الجصاص حنفی نے اپنی کتاب احکام میں کئی جگہ ذکر کیا ہے اور امام ولی اللہ رحمہ اللہ نے اپنی کتاب خیر کثیر میں کہا ہے۔ محمد نور مرشد۔

اور مسلمانوں کو تدبر قرآن سے اس چیز نے دور رکھا ہے کہ ان میں یہ عام طور پر شائع ہے کہ اگر قرآن بے تدبر پڑھا جائے تب بھی ان کو ثواب ملے گا اور ایسا سمجھنا قرآن کے مناقض ہے اور یہ قرآن سے یہ ثابت ہے۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اپنی تفسیر سورۂ اخلاص میں اور قرطبی نے اپنی کتاب تذکار من افضل اذکار وغیرہ میں لکھا ہے اور میں نے خود ایک رسالہ لکھا ہے جس میں میں نے اقوال علماء جمع کیے ہیں کہ قرآن بغیر فہم و تدبر پڑھنا مذموم ہے۔

محمد نور مرشد

دوسری چیز یہ کہ تمام دسائل لازمہ اس شخص کے لیے اس میں موجود ہیں جو قرآن میں غور و تدبر کرنا چاہے۔

بعض لوگ ہمارے اس طریقہ عمل کا استہزاء کرتے ہیں اور یہ لوگ ہماری طرح بلاؤں میں مبتلا نہیں ہوئے ہیں۔ اور ہم ان کو معذور سمجھتے ہیں — اور اب ہم استنباط الاحکام کی تشریح کرتے ہیں۔

خدا کا فرمان !	قولہٗ تعالیٰ
مسلمانو! مشرک عورتیں جب تک ایمان نہ لائیں ان سے نکاح نہ کرو اور مشرک عورت کیسی ہی تم کو بھلی کیوں نہ لگے اس سے مسلمان لونڈی بہتر۔ اور مشرک مرد جب تک ایمان نہ لائے عورتیں ان کے نکاح میں نہ دو۔ مشرک تم کو کیسا ہی بھلا کیوں نہ لگے اس سے بہتر غلام ہے یہ مشرک مرد و زن تو تم لوگوں کو دوزخ کی طرف بلاتے ہیں۔ اور اللہ اپنی عنایت سے بہشت کی طرف بلاتا ہے اور اپنے احکام لوگوں سے کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ لوگ اس کو یاد کرلیں۔	وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ۚ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ۚ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ۗ اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۖ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ۚ وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ (۲۲۱)

اللہ تعالیٰ نے مومن مرد کا نکاح مشرک عورت کے ساتھ اور مومن عورت کا نکاح مشرک مرد کے ساتھ حرام کردیا ہے۔ اور اس کی حکمت بیان کردی کہ یہ دعوت جہنم کی طرف ہے اور مومن کسی کی اتباع نہیں کرتا سوائے دعوت الٰہی کے جو جنت و مغفرت کی طرف دعوت ہے اس سے معنی یہ ہوتے ہیں کہ ان دونوں میں سے ایک کا رُخ حظیرۃ القدس کی طرف ہے اور دوسرے کا رُخ حظیرۃ القدس کے خلاف ہے۔

جب کوئی گھر اس نظام پر نہیں کہ گویا شخص واحد ہے جو اعضاء متفرقہ سے مرکب ہے اور ایسی حالت ہے کہ باہم نفرت نہیں رکھتے جب ایسا ہوگا تو ان میں آپس میں کس قسم کا امتزاج ہوگا؟ اور کس قسم کی ترکیب ہوگی؟

الاستنباط

کافر کے لیئے جائز نہیں کہ وہ مسلمانوں کی آبادیوں پر حکومت کرے اور مومن جاہل جو مثل غلام کے ہے انجام کار مومن عقلاء کے نزدیک زیادہ قابل تعریف ہوگا اس کافر عاقل فاضل سے جو ان پر حکومت کرے۔

یہ مسئلہ حکمت اداریہ میں خاص اہمیت رکھتا ہے اور اس کا استنباط بہت سے بہت واضح ہے اگر ہم ایک گھر کو مثل ایک دولت ایک حکومت و مملکت کے سمجھیں اس کا تعلق جو ہے فرد کے اس قول سے اس قول تک کرتے ہیں۔

وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ

اللہ لوگوں کے لیے اپنے احکام کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ لوگ ان کو یاد کر لیں۔

تو کیا اس مثال میں تذکر دعوت امر کلی کی طرف نہیں ہے؟ اور پھر یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ اس سے ہم عدم جواز نکاح کتابیات کو بھی مستنبط کریں۔

اور اس قسم کی مثالوں سے ہمارا جواب یہ ہے ہر کلمہ سے حکمت مستنبط نہیں ہوا کرتی۔ کیونکہ اس قسم کا استنباط وہاں جاری ہوتا ہے جہاں تمام واقعات ایک ہی قسم کے ہوں۔ لیکن جب ہم ایک کو دوسرے پر قیاس کرتے ہیں تو ایک جنس جو تین درجے نوع بعید ہے اس پر قیاس کرتے ہیں۔ تو تمام خصوصیات نوع مستنبط پر منطبق نہیں ہوتیں اس وقت صرف ایک چیز باقی رہ جاتی ہے اور وہ نوع اور جنس رابطہ، اور رابطہ جنس کا جنس سے۔

اور اسی طرح ہم اپنی فہم پر اعتماد کرتے ہیں۔ بہت سی چیزوں کا استنباط نہیں کرتے کہ جن کا ثبوت سنت نہیں ہے اور بوجہ اس کے کہ ہم تمام جزئیات کا استنباط نہیں کرتے یہ ہمارے لئے مانع نہیں ہے کہ بعض اشیاء جو سنت میں موجود ہیں آیات سے علی سبیل الاعتبار ان سے استنباط نہ کریں اس سے ہم کو کوئی چیز مانع نہیں ہے۔

اور میرا اعتقاد ہے اگر اہل علم اس قسم کے استنباط کی طرف توجہ کریں تو اس سے بھی بہتر وہ پائیں گے جو ہمارے پاس ہے۔

ہم دیکھ رہے ہیں کہ حضرت عمر فاروق نے نکاح کتابیات سے ایک مصلحت خاص کی وجہ سے ممنوع قرار دیا تھا۔ اور یہ مصلحت صرف مصلحت مومنات کی طرف رجوع ہوتی ہے۔

اور یہ اس لیے کہ کتابیات سے نکاح کرنا ایک مصلحت خاص کی وجہ سے تھا۔ کوئی دائمی اور طبیعی اسلام کا حکم نہیں تھا۔

قد تمت

(جاری)